www.emarsiya.com

۷۸۶

دوسرا مرثیہ

درحال حضرت عبّاس علیہ السّلام

بند ۱۲۳

مطلع

کوئی جز ہیچمدانی نہیں دعوا مجھ کو
یہ فن مرثیہ گوئی نہیں آتا مجھ کو
اپنا مداح جو سمجھیں شہِ والا مجھ کو
ہو یہ کونین کی شاہی سے زیادا مجھ کو
سایۂ لطف جو شبیرؑ کا دے تاج مجھے
آؤں منبر پہ تو سمجھوں ہوئی معراج مجھے

کیا حقیقت ہے مری ہو یہ فقط لطف حبیب
میں نے اس مرثیے میں کی نہیں کچھ کوشش کد
کرلیا نظم کہ ہو اس مرے دعوے پہ سند
کلکِ من تیز زبانے دبیانے دارد
کیفیت ہیچمدانی کی عیاں کرتا ہوں
کرچکا عذر اب اک حال بیاں کرتا ہوں

پردۂ شب سے جو نکلا رخِ زیبائے سحر
عکس افگن ہوا آئینۂ سیمائے سحر
محوِ زینت ہوا معشوقِ خود آرائے سحر
گئی لیلائے شب آنے لگی سلمائے سحر
نور تھا زیرِ فلک مملکتِ باری میں
روشنی ہو رہی تھی خیمۂ زنگاری میں

۴
آمدِ صبح کا عالم میں ہوا ہنگامہ — جو سماں تھا نہ کبھی لکھ سکے اُس کو خامہ
فلکِ پیر نے بھی نور کا پہنا جامہ — زعفرانی سرِ خورشید پہ تھا عمامہ
ایک ساعت کو فقط چرخِ کہن سیدھا تھا
خطِ ابیض کمرِ خم کے لیے پٹکا تھا

۵
رنگ اور شان میں ہمسر تھی رخِ حور کی صبح — کہ تجلّی میں مقابل ہوئی تھی طور کی صبح
عالمِ نور تھا ہر سمت کہ تھی نور کی صبح — اس کا کیا ذکر کہ وہ صبح تھی عاشور کی صبح
تھا ہوا گلشنِ فردوس سے شادابی میں
باغ زہراؑ کا تر و تازہ تھا بے آبی میں

۶
مہرِ افلاکِ امامت کا بیاں لازم ہے — کچھ گلِ باغِ رسالت کا بیاں لازم ہے
شہِ والا کی مصیبت کا بیاں لازم ہے — مختصر صبحِ شہادت کا بیاں لازم ہے
رونق افزا جو وہاں جانِ دلِ حیدرؑ تھا
دشت سب وادیٔ ایمن سے کہیں بہتر تھا

۷
کربلا میں ہے مسافر وہ محمدؐ کا حبیب — وائے حسرت کہ وطن دور رہا اور موت قریب
کھانے پانی کا نہیں ذکر یہ دعوت ہے عجیب — بادشا بھی جو مسافر ہو تو کہتے ہیں غریب
شاہ سا بیکس و مظلوم نہ ہو گا کوئی
ان کو افسوس مسافر بھی نہ سمجھا کوئی

۸
کوئی مغموم نہ ہو سیّدِ عادل کی طرح — تشنگی روح کو تڑپاتی ہے بسمل کی طرح
خوں میں غرق جگر، تیغ کے گھائل کی طرح — شمعِ اُمّید بجھا چاہتی ہے دل کی طرح
سوزِ غم ہے کہ لہو خشک ہوا جاتا ہے
چہرے سے صبح کا انداز نظر آتا ہے

۹ باہر انصار سے کہتے تھے ظہیر اور حبیب — امتحاں دینے کا ہنگام اب آتا ہی قریب
ہو عجب بات اگر آج شہادت ہو نصیب — جلد بل جائے رضا ایسی ہو کوئی ترکیب
ظلم کا سب سے عوض لینے کا وقت آجائے
صفِ اعدا کے اُلٹ دینے کا وقت آجائے

۱۰ رشتۂ عمر ستمگاروں کے تیغوں سے کٹیں — سارے میداں کے گڑھے لاشوں سے اعدا کی پٹیں
زخم سو کھاؤ مگر ولولے دل کے نہ گھٹیں — پاؤں ہر ضرب پہ آگے بڑھیں پیچھے نہ ہٹیں
اس طرح لشکرِ اعدا کی صفائی ہو جائے
آج دو لاکھ میں تم سب کی دوہائی ہو جائے

۱۱ آج کمریں جو بندھیں کھفے کا رستا کھل جائے — یہ ہٹے فوج کہ دریا کا کنارا کھل جائے
اب نکلتا ہی علم شوق دلوں کا کھل جائے — پھر نہ رکتا کوئی جس وقت پھریرا کھل جائے
بس کوئی اور نہ چرچا دمِ پیکار چلے
شام تک فوجِ ستمگار سے تلوار چلے

۱۲ خیمۂ شاہ میں بیٹھے تھے حرم سب یکجا — رو کے ایک ایک سے کہتا تھا کہ اب کیا ہوگا
فوج یاں کم ہے اُدھر جمع ہے ساری دُنیا — کچھ تردد نہیں شبیرؑ ہیں راضی برضا
ہائے تقدیر وطن سے ہمیں لائی بن میں
لٹ نہ جائے کہیں زہراؑ کی کمائی بن میں

۱۳ پڑھ چکے سیدِ عالم جو نمازِ سحری — دیکھ کر بھائی کا منہ رونے لگی بنتِ علیؑ
غم سے بیتاب ہوا جب دلِ ہمشیرِ نبیؐ (جانِ بنت) — رو کے فرمایا قریب آئی جدائی کی گھڑی
کُہنہ اک جامہ پئے کشتۂ غم لاؤ بہن
نوجِ اللہ و پیمبرؐ کا علم لاؤ بہن

www.emarsiya.com

۱۴ پہلے ملبوسِ کہن لا کے جو زینبؑ نے دیا — چاک کرنے لگے اور اس کو شہنشاہ ہدا
پوچھا خواہر نے کہ بھائی اسے کیا کیجیے گا — کیا ارشاد کہ پہنے گا یہ محبوسِ بلا
کیا عجب اس کا نہ خواہاں کوئی بد ایماں ہو
میری پوشاک لٹے جب تو نہ تن عریاں ہو

۱۵ شہ نے پہنا تو لگی رونے وہ غمگین و ملول — آبدیدہ ہوا فرما کے جگر بندِ بتول
یہ وہی دن ہے خبر دے گئے تھے جس کی رسولؐ — اے بہن وقتِ دعا ہے کہ شہادت ہو قبول
میری تقصیر نہیں کوئی خدا عالم ہے
دخترِ فاطمہؑ ہو صبر تمھیں لازم ہے

۱۶ شہِ ابرار کے ارشاد سے پونچھے آنسو — سج کے لے آئی علم پیشِ امامِ خوش خو
گھر میں سب بہرِ سلام آئے علیؑ کے مہرو — متکلّم ہوئے خواہر سے شہنشاہِ نکو
عہدہ یہ کس کو ملے کون شرف پائے بہن
مصلحت کیا ہے علم کس کو دیا جائے بہن

۱۷ مستحق دونوں ہیں فرزند تمھارے بھی ضرور — اور عباسؑ بھی حقدار ہے سب میں مشہور
یہ مرا قوتِ بازو ہے وہ آنکھوں کے ہیں نور — یاد ہوگا تمھیں بابا کو جو کچھ تھا منظور
میں کروں فکر زیادہ یہ وہ ہنگام نہیں
جس کو تم چاہو علم دو مجھے کچھ کام نہیں

۱۸ عرض کی عون و محمدؐ کا نہیں حق اصلا — دے گئے حیدرِ صفدر کو علم خود نانا
یہ تو ہیں جعفرِ طیار کے پوتے شاہا — یہ محق ہوتے اگر باپ کو ان کے ملتا
ورثہ ہے آپ کا سو آپ کی یہ شان نہیں
غیر وارث کو یہ مل جائے یہ امکان نہیں

www.emarsiya.com

ہوں میں بیٹوں کی طرفدار یہ ہی امر ہے نیک   چاہیئے ہے وہی انساں کہے جو بات ہو ٹھیک ۱۹
میں تو اس بات میں ہرگز نہیں دونوں کی شریک   کوئی عباس سے بہتر نہیں میرے نزدیک
اوسکے ہوتے کسی کو دے اور کہے لے کوئی ~~اور علم یہ کوئی~~ انصاف بھی ہے
کہ وہ حقدار بھی ہے مجمعِ اوصاف بھی ہے

جھک کے یہ کان میں شبیر نے زینب سے کہا   میں جو مجبور نہ ہوتا تو انھیں کو دیتا ۲۰
ہے ازل سے پئے عباسِ علی یہ عہدا   ہے یہی حکمِ علی، حکمِ نبی، حکمِ خدا
اے بہن اس میں جو ہے راز ذرا بتلا دو
بچے ہیں دل میں یہ آزردہ نہ ہوں سمجھا دو

پھر کے بیٹوں کی طرف درد سے اک آہ بھری   بولیں جاتا رہا بالکل مرا دردِ جگری ۲۱
اتنو بے مانگے مراد آئی سنو خوش خبری   رکھ کے سر ہاتھ پہ دو نذر کہ دونوں ہو جری
تم کو عزت ملی عباس کو توقیر ملی
علم اُن کو تمھیں فردوس میں جاگیر ملی

کہا جب دونوں نے ہم خوش ہوئے مطلب بر آئے   اُٹھ کے عباس کے نزدیک شہِ صفدر آئے ۲۲
دے کے بھائی کو علم آنکھوں میں آنسو بھر آئے   سارے کاموں سے فراغت ہوئی شہ باہر آئے
تیر برسائے اُدھر سے جو ستمگاروں نے
حکم سے شاہ کے صف باندھ لی جراروں نے

کھل گیا دشت میں زہرا و علی کا گلزار   ایسا گلشن تھا جسے دیکھنے خود آئی بہار ۲۳
صف تھی ہر ایک کہ گلزارِ جناں کی دیوار   شوقِ دیدار میں ان کے ہوئی نرگس بیمار
کس طرح خاک سے سنبل نہ پریشاں نکلے
عشق اُنھیں کا ہے جو گل چاک گریباں نکلے

www.emarsiya.com

۲۴ منفعل ہو کے خزاں کھینچ چکی دست دراز — رنگ پر آگیا صحرا درِ گلشن ہوا باز
آئی غنچوں کے چٹکنے کی دل آویز آواز — گل و بلبل میں نئے ہونے لگے راز و نیاز
نو بہار آئی ہے یہ خوشخبری آنے لگی
لے کے پیغام نسیمِ سحری آنے لگی

۲۵ اپنی قسمت پہ عنادل کو نہیں اب افسوس — گل کے نزدیک صبا آگئی بہرِ پابوس
شرق کی سمت شفق پھول گئی، پڑ چکی اوس — خیر سے ختم ہوئے رات کے وہ کالے کوس
معرفت اُس کی سماں آنکھوں کو دکھلانے لگی
قدرتِ اللہ کی ہر شئے میں نظر آنے لگی

۲۶ ماہ تھا اک گلِ شب بو سو گئی اُس کی بہار — تھے رنگیں چاندنی کے پھول کی، چاندی کے تار
اب کھلے گا گلِ خورشید یہ ہر سو ہے پکار — ہو گی سونے کا ورق ساری زمینِ گلزار
دھوپ میں چہرۂ گلہائے چمن دمکیں گے
ذرّے اب اور بھی ہیرے کی طرح چمکیں گے

۲۷ عشقِ شمشاد کا کہنے لگی قمری کڑکا — جو گلِ سرخ کھلا شک ہوا شعلہ بھڑکا
چل گئی تیز ہوا جب، دلِ بلبل دھڑکا — سر کی نزدیک سے پھولوں کے جو پتا کھڑکا
اب ہیں اندوہ کی باتیں نہ تعب کی باتیں
کرتے ہیں عاشق و معشوق غضب کی باتیں

۲۸ قابلِ دید ہے اس فصل میں شانِ بلبل — باغ میں پھرتی ہے خالی ہے مکانِ بلبل
گُل سے ہو سخت، تو ہو لال زبانِ بلبل — رنگ پھولوں کا لیے لیتا ہے جانِ بلبل
یاسمن کی جو صباحت نے اک آفت کر دی
سانولے رنگ نے سوسن کے قیامت کر دی

www.emarsiya.com

۲۹ کہیں سردی جو ہوا سے ہے تو شبنم سے کہیں — بند کرتا ہے ہر اک چشم کو خوابِ شیریں
بے خبر سبزۂ خوابیدہ ہے بالائے زمیں — آنکھ نرگس کی جھپک جائے تو کچھ دور نہیں
یہ ہوا لائی ہے نیند، اس کی خبر دیتے ہیں
جھونکے ہر مرتبہ گلشن میں شجر لیتے ہیں

۳۰ دشمنی رکھتے ہیں آپس میں حسینانِ جہاں — طعنہ زن ایک پہ ہے ایک میانِ بستاں
یاسمن کہتی ہے سوسن کے ہے چہرے پہ دھواں — صاف منہ پہ ہنس کے گلِ سرخ یہ کرتے ہیں بیاں
ہے عیاں داغِ سیہ سے کہ یہ سودائی ہے
گلِ لالہ کی ہے کیا اصل یہ صحرائی ہے

۳۱ جتنے تھے رنج خوشی سے وہ بدل ہوئے گل — نغمہ ہو جاتا ہے، جب کرتی ہے نالہ بلبل
پرِ طاؤس کے سب داغ بنے غیرتِ گل — باغباں کی ہے پریشانیِ خاطر سنبل
خشک شاخیں ہوئیں تر، رنگ کچھ ایسا بدلا
دیکھیے وقت جو بدلا تو زمانا بدلا

۳۲ آج کل بیٹھے ہیں پردے میں حسینانِ چمن — یاں کوئی آنے نہ پائے یہ ہوا ہے قدغن
ہے کوئی مشورہ، ہوتے ہیں کچھ آپس میں سخن — باہر آتی نہیں بھولے سے ہوائے گلشن
باغباں سے ہے جدا، عالمِ تنہائی ہے
بند ہے باغ کا دروازہ بہار آئی ہے

۳۳ کثرتِ گل سے چمن میں نہیں جانے کی جا — اس لیے باغ میں کوئی نہیں جانے پاتا
آتی ہے چھپ کے، دبے پاؤں نسیم اور صبا — ابر بھی آ کے برس جاتا ہے بالا بالا
دور سے کیفیتِ حسن نظر آتی ہے
گل جو ہنستے ہیں تو بجلی سی چمک جاتی ہے

www.emarsiya.com

۳۴ سرو چھپ چھپ گئی پھولوں کے ہیں ایسے انبار — ایسی کثرت ہوئی، ہر نخل پہ آخر ہوئی بار
لاکھ ہنگاموں کی دیتی ہے خبر صوتِ ہزار — ہر گُل اور غنچے کے ملبوس میں ہے عطرِ بہار
دھبّے افشاں ہوئے مشہور لباسِ گُل کے
اصل یہ ہے کہ نشاں ہیں نظرِ بلبل کے

۳۵ باغباں فکر میں پھرتا ہے کروں کیا ساماں — لینے کو جائے کوئی آتا ہے تازہ مہماں
وہیں تجویز ہے پھر فرش تھا سبزے کا جہاں — جاری اک نہر بھی ہے صورتِ حکمِ سلطاں
کر دیے صاف چمن فصلِ بہاری کے لیے
بن گیا تختِ رواں ابر، سواری کے لیے

۳۶ قولِ بلبل کا ہے یاں کوئی نہ آنے پائے — نہ صبا آئے کہ بوئے گُلِ تر لے جائے
بس بہار آ چکی اب کس لیے بدلی چھائے — کام کیا ہے کوئی گلشن میں مرے کیوں آئے
روشنی مہر کی دم بھر میں نظر آتی ہے
اب مرے چمن سے شبنم تو اُڑی جاتی ہے

۳۷ کام بل کھانے سے کیا کیوں ہے پریشاں سنبل — کوئی چاہے گا نہیں لاکھ سنوارے کاکل
شوق میں کھینچتی ہے مثلِ زلیخا بُلبُل — چاک ہے دامنِ یوسف کی طرح دامنِ گُل
سہل سمجھا تھا اس انداز کے نظارے کو
یہ ہنسی آئی کہ اُچھّو ہوا فوّارے کو

۳۸ پھول سے کم نہیں ہے باغ میں ہر اک بوٹی — گُل و بُلبُل میں محبت ہوئی، یہ بو پھوٹی
گُل کھلے اتنے کہ ذرہ نہ کہیں جا چھوٹی — شاخ کہنے کو ہے اب میری کلائی ٹوٹی
رنگ غنچوں کی نزاکت کا نظر آتا ہے
حُسن کے بار سے مُنہ سرخ ہوا جاتا ہے

www.emarsiya.com

حال جاہ ع

گُل کی اب جانبِ بلبل ہے عنایت کی نظر   مَیل شمشاد کو ہے قمریوں کی کو، کو پر ۳۹
دی جگہ فاختہ کو سرو نے بالائے سر   گر پڑے گُل جو، اُسے جھک کے اٹھاتے ہیں شجر
ڈھونڈتی پھرتی ہے پھر اپنے طلبگاروں کو
بوئے گُل پھاندتی ہے باغ کی دیواروں کو

قوتِ نامیہ دکھلا رہی ہے اپنا اثر   ایسا غنچوں کو اُبھارا کہ ہیں شاخِ گُل تر ۴۰
سبزہ اُگتے ہی ہوا سرو چمن کا ہمسر   چشمِ نرگس کو بھی بڑھتے نظر آتے ہیں شجر
طولِ سنبل کو ہے محبوب کا گیسو ہو کر
جان ذرّوں میں بھی پڑنے لگی جگنو ہو کر

کیوں رشید اتنا نہیں فصلِ بہاری کی ہوس   کثرتِ گل سے ہوا بند عنادل کا نفس ۴۱
ایک گلچیں جو اُٹھاتا ہے تو اُبھر آتے ہیں دس   انتہا ہو گئی پھولوں کے بیاں کی بس بس
حال اب رونقِ گلشن کا ہے بیجا کہنا
پھول جھڑنے لگے ہیں مُنہ سے ترے کیا کہنا

کچھ بیاں گُل کا نہ لازم ہے نہ ذکرِ گلزار   سب کچھ دکھلا دے بس اب جنگ کے میداں کی بہار ۴۲
اس طرف زخمِ بدن گُل ہوں، اُدھر نیزے خار   اب چلا چاہتی ہے سیفِ خدا سے تلوار
رن میں بدلی کی طرح فوجِ ستم چھائی ہے
یاں بھی صف بندھ گئی ہے واں بھی صف آرائی ہے

جنگ کے ولولے نے اپنا اثر دکھلایا   فوج کیں بڑھنے لگی وقتِ وغا کا آیا ۴۳
ایک مارا گیا اذن ایک جری نے پایا   دلِ شبیرؑ پہ ابرِ اَلم و غم چھایا
رہے دَم بھر میں عزیز اور نہ یاور باقی
ایک فرزند رہے اور ایک برادر باقی

دیکھ کر فوج کو اکبرؑ نے جو تولی تلوار
کہا عباسؑ نے کیوں خیر ہے عمو ہوں نثار
کیوں مرے سامنے ارادہ ہے یہ قصدِ پیکار
شاہزادے یہ خیال آپ کو آیا بیکار
آبرو پر مری حرف آئے یہ منظور ہوا
کیا مری بات بگڑ جائے یہ منظور ہوا

آپ اگر لاش اٹھائیں تو ہو دل کو آرام
خلق میں آپ کا بھی نام ہو میرا بھی ہو نام
وقتِ امداد ہے کچھ آئیے اِس دم مرے کام
آپ کے والدِ ماجد کا میں ادنیٰ ہوں غلام
پہلے میداں کی طرف جا کے نہ ذلت دیجیے
شہ نے عزت مجھے دی آپ بھی عزت دیجیے

سر جھکا کے بہ ادب اکبرِ ذیشاں نے کہا
آپ انصاف سے فرمائیے، ہے صبر کی جا؟
آپ کا رعب ہے، ڈرتے ہیں تمام اہلِ جفا
ہتک اسلام کی ہے آپ کے مرنے سے چچا
قوتِ بازوئے سلطانِ خوش اطوار بھی ہیں
آپ سقائے حرم بھی ہیں علمدار بھی ہیں

کہا عباسؑ نے اے زینتِ گلزارِ بتولؑ
ایک تو جو ہیں دیدار ہے یہ ان کا معمول
دوسرے آپ کو والد سے شرافت ہے حصول
تیسری بات یہ ہے آپ ہیں ہمشکلِ رسولؐ
دلبرِ احمدِ مختار کے دلبند ہیں آپ
میرے آقا و خداوند کے فرزند ہیں آپ

گفتگو سن کے یہ چپ ہو گیا وہ عالی جاہ
سب یہ فرزند و برادر کا بیاں سنتے تھے شاہ
دیکھ کر بھائی کی جانب کہا اِنّا لِلّٰہ
دل ہے بیتاب ادھر آؤ مرے غیرتِ ماہ
خوب روکا ہے وگرنہ مجھے غش آ جاتا
ٹوٹی جاتی ہے کمر اب نہیں اٹھا جاتا

www.emarsiya.com

دوڑ کر پاؤں پہ عباسِ خوش اطوار گرے — مرنے کے شوق میں، اُٹھ اُٹھ کے کئی بار گرے
جوشِ رقت کا ہوا، اکبرِ دیندار گرے — اُن کو لپٹا کے گلے سے شہِ ابرار گرے
کر کے اک آہ، جگر تھام کے خاموش ہوئے
نہ رہی تاب عرق آگیا۔ بیہوش ہوئے

ہوش آیا تو کہا خوں میں نہاؤ جاؤ — پانی بچوں کے لیے نہر سے لاؤ جاؤ
اپنی نادان سکینہ سے بل آؤ جاؤ — شوق ہے گلشنِ فردوس کا جاؤ جاؤ
وقت امداد کا جب آیا تو مُنہ موڑ چلے
بھائی اِس عالمِ غربت میں ہمیں چھوڑ چلے

ہوئے عباسِ علیؑ شاد کہ رخصت پائی — جلد خیمے میں گیا شاہ کا وہ شیدائی
دیکھ کر رونے لگی بنتِ نبیؐ کی جائی — پوچھا اس وقت ہنسے دیتے ہو کیا ہی بھائی
یونہی مسرور وَلی ابنِ وَلی آتے تھے
گھر میں جس وقت پسِ فتحِ علیؑ آتے تھے

عرض کی مل گئی مرنے کی رضا شاد ہوں میں — دل سے آتی ہے صدا، خانہ آباد ہوں میں
ایک غم سے ہمہ تن نالہ و فریاد ہوں میں — ہوں غلام آپ کا اب چاہیئے آزاد ہوں میں
آپ ارشاد کریں کوشش و کد کرنے کو
آپ بھیجیں مجھے آقا کی مدد کرنے کو

رو کے فرمایا یہ کیا کہتے ہو اے ماہ جبیں — بھائی کے واسطے مضطر تھے دمِ بازپسیں
بات بہتر کوئی سمجھے تھے شہِ عرش نشیں — ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا تمھیں کچھ یاد نہیں
ساتھی سب چھوٹ گئے ساتھ نہ چھوڑو بھائی
پاؤں اب تھک گئے ہیں ہاتھ نہ جوڑو بھائی

تم نہ ہو گے تو ہے اِن بچوں کا پلنا مشکل
تا قیامت ہے اب اِس گھر کا سنبھلنا مشکل
ضعف سے عابدِ مضطر کو ہے چلنا مشکل
ہو گا نادان سکینہؑ کا بہلنا مشکل
عترتِ احمدؐ کی وہاں برہنہ سر جائے گی
ہے یقیں مجھ کو کہ زنداں میں یہ مر جائے گی

بہرِ خالق مرے بھائی کو بچاؤ عباسؑ
زورِ بابا کا لعینوں کو دکھاؤ عباسؑ
رن سے مژدہ مجھے دیتے ہوئے آؤ عباسؑ
ایسی صورت جو نکل آئے تو جاؤ عباسؑ
سیکڑوں غم دلِ ناشاد پہ سہہ کر اُٹھے
اسی تدبیر میں جاتا ہوں یہ کہہ کر اُٹھے

اپنے خیمے میں گئے جلد جنابِ عباسؑ
باندھی مرنے پہ کمر آئے بدلنے کو لباس
زوجہ بچوں کو لیے آئی بصد حسرت و یاس
دونوں مُنہ تکنے لگے آکے کھڑے ہو گئے پاس
آہ غم برق بنی ، ابرِ الم گھر کر آئے
بڑھ گیا سوزِ جگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے

کہا زوجہ سے نہ دو رنج ، نہ تم غم کھاؤ
صبر ایسا کرو جو اجر خدا سے پاؤ
ان کو اِس وقت مرے سامنے سے لے جاؤ
نہ مجھے دیکھیں الگ جا کے انھیں بہلاؤ
رحمتِ حق سے ، جو منظور مجھے ہے ہو جائے
سہل سے مرحلہ صبر و رضا طے ہو جائے

رو کے بولیں مرے بارے میں جو کہنا ہو کہو
آبدیدہ ہوئے فرمایا کہ خاموش رہو
ساتھ شہزادیوں کے رنج و غم و درد سہو
شہِ ابرار سلامت رہیں مایوس نہ ہو
چھُٹ کے مجھ سے یہ پھڑکیں گے بسمل کی طرح
دونوں کو سینے سے لپٹائے رہو دل کی طرح

لو خدا حافظ و ناصر ہمیں جانا ہے دُور   نام رہ جائے وفا کا یہ ہے دل کو منظور
کہہ کے یہ خیمے سے نکلے تو ہوا دل رنجور   دیکھا سجادؑ کو بیٹھے ہیں زمیں پر مجبور
پوچھا عباسؑ نے کیا حال ہے کیا عالم ہے
رو کے فرمایا کہ آخر ہوں لبوں پر دم ہے

کہہ کے یہ آپ اُٹھے ہاتھ گلے میں ڈالے   بولے جنّت کی طرف آپ ہیں جانے والے
ٹکڑے کرتے ہیں مرے دل کو حرم کے نالے   سینہ کیا کوٹوں کہ ہیں زخم جگر کے آلے
ہائے افسوس بُرے وقت میں مُنہ موڑ گئے
ساتھ والوں سے ہے شکوہ کہ ہمیں چھوڑ گئے

قید ماں بہنوں کی مرنے سے زیادہ ہے چچا   قہر ہے اُس کے لیے اور جو رکھتا ہو حیا
تیغ سے کاٹیں کہ باندھیں مرا رسّی سے گلا   چھینی جائے نہ مگر بنتِ یداللہ کی ردا
دل سے راضی ہوں ستم مجھ پہ جو دن رات رہے
بی بیوں کے نہ کھُلیں سر تو بڑی بات رہے

اُن کو سمجھا کے چلے گھر سے جو عباسؑ علی   پاس پردے کے کھڑے رو رہے تھے ابنِ علیؑ
مُردنی چھا گئی بھائی کی جو صورت دیکھی   دیکھ کر حال قریب آ گئے ہمشکلِ نبیؐ
کہا دم رُک گیا غش آتا ہے دلبر مجھ کو
میں گرا پڑتا ہوں تھامو علی اکبرؑ مجھ کو

کچھ عجب دل سے کہا شاہ نے بھائی عباسؑ   جلد سینے سے لپٹ جاؤ کہ آ جائیں حواس
غم کی اس درجہ ہے کثرت کہ نہ ہے بھوک نہ پیاس   دل کی بستی صفتِ گورِ غریباں ہے اُداس
ایسی سوزش ہے کہ تن سرد ہوا جاتا ہے
داغوں میں ایک نیا داغ نظر آتا ہے

۲۴ حالِ سرورؑ پہ تھے عباسؑ علی اشک فشاں — روتے تھے دیکھ کے بیتابیِ سلطانِ زماں
کہا اکبرؑ سے خبردار پدر سے مری جاں — اتنے میں مشک لیے آئی سکینہؑ ناداں
جھک کے عباسؑ نے گودی میں اُٹھایا اُسکو
شاہ چُپ ہو گئے مغموم جو پایا اُس کو

۲۵ مشک لے کر کہا اکبرؑ سے ہوا دل سرور — قصد پہلے نہ تھا اب نہر پہ جاؤں گا ضرور
خیر مجھ دُور رہوں میں اور نہ ستمگار رہیں دُور — بچے پیاسے جو ہیں واللہ بہت ہوں رنجور
نہ کسی جا مرے ہاتھوں کی صفائی دیکھو
آ کے میدان میں دریا کی لڑائی دیکھو

۲۶ کہہ کے یہ شاہ کو مُجرا کیا گھوڑے پہ چڑھے — دی صدا رعبِ جلالت نے ہٹو آپ بڑھے
نور وہ رُخ میں کہ صلوات بدایاں بھی پڑھے — حلقۂ چشمِ پری بن گئے میداں کے گڑھے
پُشت پر آ کے جو شیرِ صفِ ہیجا سنبھلا
یا علیؑ کہہ کے کیا زور تو گھوڑا سنبھلا

۲۷ جب ہلی باگ اشارہ پئے شبدیز ہوا — دیا لنگر تو گراں قدر سبک خیز ہوا
برق کا طور رگوں میں دمِ مہمیز ہوا — دل میں یہ سوچ کے اُٹھتے ہی قدم تیز ہوا
روند ڈالوں گا فلک کو سپہ شر کیا ہے
ابتو پُشتی پہ ہیں عباسؑ مجھے ڈر کیا ہے

۲۸ یہ نہ آہو کی طرح ہے نہ چکارے کی طرح — گاہ شعلہ ہے کبھی ہے یہ شرارے کی طرح
کم چلے تو ہو رواں بحر کے دھارے کی طرح — ابھی گرمائے تو اُڑ جاتا ہے پارے کی طرح
شیر ہو جاتا ہے جب کوئی مدد پاتا ہے
دَوڑ کر خون رگوں میں اسے دوڑاتا ہے

www.emarsiya.com

جب چلا فوج پہ مثلِ غضب ربِّ عُلا — قہر میں خوف سے تن رستمِ دستاں کا گھُلا ع ۶۹
دیکھ کر جنگ کا طور اور بھی تیزی پہ تُلا — تازیانہ ہُوا تلوار کا ڈورا جو کھُلا
ٹاپ ماری تو دھمک پُشتِ سمک تک پہنچی
پُتلیاں جھاڑیں تو گرد اُڑ کے فلک تک پہنچی

اُسکی وہ شان وہ شہزادہ منبہ

شان تلوار کی وہ اور وہ جوہر مرغوب — میان سے نکلی اس انداز سے وہ خوش اسلوب ع ۷۰
گھر سے ہنستا ہوا جس طرح سے نکلے محبوب — دوں مثال [illegible] جو ہو دل کو مطلوب

اپنی خوشی کی

سیکڑوں طورِ مسرت چم و خم سے نکلے
جیسے بشاش علیؑ پیرِ عدم سے نکلے

جب وہ خونریز پہنچی آنے لگی خون کی بُو — جب بڑھی، گھٹنے لگا جسم میں اعدا کے لہو ع ۷۱
پانی اس تیغ کا ہر ایک کے تھا تا بہ گلو — عالم اُس کا نظر آیا تو ہُوا عالمِ ہُو
نہیں دستِ مَلک الموت برابر اُس کے
جوہرِ تیغ قضا بن گئے جوہر اُس کے

موج دریائے فنا اس کو ہر اک کہتا ہے — آب بڑھ بڑھ کے یہ کہتی ہے کہ دریا کیا ہے ع ۷۲
باڑھ کا اس کی زمانے میں بڑا شُہرا ہے — جان لے لیتا ہے گھاٹ اسکا یہ وہ دریا ہے
پائی جاتی ہے خداداد روانی اس میں
ہل گیا تیغِ یداللہ کا پانی اس میں

چاہے تو زیرِ سمک اپنے کو پہنچائے ابھی — پار گردوں کے ہو یہ حکم اگر پائے ابھی ع ۷۳
اک اشارے میں پہاڑوں سے گزر جائے ابھی — ہو اگر لوہے کی دیوار تو در آئے ابھی
کیا رسائی صفتِ طبع رسا ہے اِس کو
زن میں عباسؑ نے سَو بار کسا ہے اِس کو

www.emarsiya.com

غیظ میں آپ جو کھینچے ہوئے تلوار بڑھے غل ہوا جان و دلِ حیدرِ کرّار بڑھے
سر جھکے سب کے جو یہ عازمِ پیکار بڑھے فوجیں ہٹنے لگیں عباسؑ علمدار بڑھے
آ گئے میداں میں جو یہ، فوجِ ستمگار چلی
رن میں گھوڑے کا ٹھہرنا تھا کہ تلوار چلی

بعد شمشیرِ علیؑ، تیغوں میں اوّل نکلی صاف یہ جوہروں سے زلفِ مسلسل نکلی
چلنے کو میاں سے جب کھاتی ہوئی بل نکلی اس کی امداد جو دیکھی تو قضا چل نکلی
خلق سے فوج کا ایک ایک پرا ساتھ اُٹھا
سب کے دم کھنچنے لگے اِس کا جہاں ہاتھ اُٹھا

بلکہ اک شیر کی ہے اس کا نشاں قبضہ ہے ہاتھ میں شیر کے ہے شیرِ ژیاں قبضہ ہے
مسکنِ شیر ہے وہ اِس کا جہاں قبضہ ہے خود یہ شمشیر ہے اور شیر دہاں قبضہ ہے
پاس ضیغم کے ہے جس پر کرم اللہ کا ہے
نام عباسؑ ہے اور شیر اسد اللہ کا ہے

اور غصہ جو بڑھا مُنہ کا مزا ہو گیا زہر پیاس یاد آ گئی بچوں کی ہُوا اور بھی قہر
چلیے دریا پہ ذرا دل کو یہی آ گئی لہر دیکھا اکبرؑ کی طرف مُڑ کے چلے جانبِ نہر
بات کے پورے جو ہیں بات پہ وہ مرتے ہیں
یہ اشارہ تھا جو کہہ آئے ہیں وہ کرتے ہیں

فوج سے کہہ کے چلے سب کو وہیں لا کے لڑو متفرق نہ ہو بادل کی طرح چھا کے لڑو
منزلوں خون ہو یوں سامنے دریا کے لڑو پانی لینا ہے مجھے سب لبِ نہر آ کے لڑو
واں جو روکا تو سقر میں تمھیں پہنچاؤں گا
باڑھ تلوار کی اب گھاٹ پہ دکھلاؤں گا

www.emarsiya.com

شہ سے اکبرؑ نے کہا اے شرفِ عزّ و شرف ایسا غصہ ہی چچا جان کے ہے منہ میں کف
کیا عجب ہے کہ لڑیں مثلِ شہنشاہ نجف آستیں الٹے ہوئے جاتے ہیں دریا کی طرف
مجھ سے فرمایا تھا آفت کی لڑائی ہو گی
بیشک اس وقت قیامت کی لڑائی ہو گی

آپ فرمانے لگے اے مرے دلبر روکو رنگ اچھا نہیں بگڑا ہے غضنفر روکو
نہ کریں وار کہیں صورتِ حیدرؑ روکو قہر ہو جائے گا بیٹا علی اکبرؑ روکو
عادتِ رحم ہے غصہ مرا دستور نہیں
امتِ جد کی تباہی مجھے منظور نہیں

عرض کی اکبرِؑ ذی جاہ نے یا شاہِ غیور ہے جو کچھ آپ کو منظور انھیں ہے منظور
کچھ تو لڑ لیں کہ رہے سب میں شجاعت مشہور لشکرِ شام کو اب چشم نمائی ہے ضرور
یاں یہ ہے ذکر نئے دھیان چلے آتے ہیں
واں علمدار سوئے نہر بڑھے جاتے ہیں

پیک چلاتے ہیں ہر سمت دلیر آتا ہے رہو ہشیار کہ اب کچھ نہیں دیر آتا ہے
پیاس کا شہ کی ہی غم جینے سے سیر آتا ہے سر کو دریا کی ترائی سے کہ شیر آتا ہے
اس کی کب تیغ زنی خلق میں مشہور نہیں
نہر کو کاٹ کے لے جائے تو کچھ دور نہیں

ادبڑھے آپ، ہر اک محوِ اجل بیٹھ گیا پھول سپروں کے گرے تیغ کا پھل بیٹھ گیا
کیا نعرہ تو دلِ اہلِ دغل بیٹھ گیا غل ہوا شام کے حاکم کا محل بیٹھ گیا
زلزلہ ہے کہ زمیں دشت کی تھراتی ہے
یا علیؑ یا علیؑ آواز چلی آتی ہے

فوج میں غل جو سُنا شاہ نے اکبرؑ سے کہا جنگ کیسی ہے کہ دیتے ہیں دوہائی اعدا
کیا قیامت ہوئی اک حشر ہے لشکر میں بپا میری جان دیکھو تو شاید ہوئے مجروح چچا
جس طرح لڑ رہے ہیں یوں کوئی کب لڑتا ہے
شیر ہوتا ہے جو زخمی تو غضب لڑتا ہے

کثرتِ فوج سے مشکل ہے کہ ہل جائے پلک نہ حساب اس کا ہوا رہ گیا ہر ایک کو شک
اتنے تھے جمع جنھیں گن نہ سکے جن و ملک مختصر یہ ہے کہ تھے ماریہ سے دوزخ تک
نار میں جاتے ہیں وہ بھی جو لعین لڑتے ہیں
پیچھے ہٹنے سے جہنم میں گرے پڑتے ہیں

خوش ہوئی خوں میں ستمگار جو تر دیکھ لیے لیکن پوشیدہ اگر بانئ شر دیکھ لیے
موت بولی جو بُرے طورِ نظر دیکھ لیے خیر ہے کیا کہیں جبریلؑ کے پر دیکھ لیے
تیری پیرو ہوں ازل سے ترا دم بھرتی ہوں
تیغ حیدرؑ کی قسم تجھ سے بہت ڈرتی ہوں

ان کو غصہ جو بڑھا، خوف سے صحرا سمٹا ایک ہستی و عدم ہے کہ زمانا سمٹا
کم ہوا آبِ گہر سے بھی یہ دریا سمٹا عالم آنکھوں سے نہاں ہو گیا ایسا سمٹا
جتنے اضداد تھے آپس میں وہ سب شامل تھے
جتنے ممکن تھے محالات میں سب داخل تھے

یہ جو پیاسے تھے، لہو تیغ نے اعدا کا پیا تن دہی کی، سپہ شام کو پامال کیا
اُن کو تھمنے نہ دیا آپ کہیں دم نہ لیا آکے دریا کی ترائی میں عَلَم گاڑ دیا
دی صدا ایسے جہاں میں کہیں رن پڑتے ہیں
دیکھو یوں نہر کو لے لیتے ہیں یوں لڑتے ہیں

www.emarsiya.com

آئے خود لڑنے بن سعد بد اختر ہی کہاں — جس پہ ظالم کو بھروسہ تھا وہ لشکر ہی کہاں
چھپ رہا شمر کدھر خولی خود سر ہی کہاں — بن کاہل کو بلاؤ وہ ستمگر ہے کہاں
گھیریں ہر سمت سے پھر ہم کو جفا کار بڑھیں
پھر یہ جی چاہتا ہے مل کے سب اک بار بڑھیں

روبرو شمر بن سعد سے ہمدم کے لڑے — دل بڑھے، فوج اگر سامنے اظلم کے لڑے
کہہ دے لشکر سے نہ پسپا ہو ذرا تھم کے لڑے — کھیت ہیں تو کوئی صف کوئی پرا جم کے لڑے
سب جو دو چار گھڑی لڑنے کا اقرار کریں
ہم بھی دل کھول کے بابا کی طرح وار کریں

راہِ دریا نہ رُکی جمع تھے اتنے گمراہ — سب کے نزدیک ہوا روئے بن سعد سیاہ
دھیان ابلیس کو تھا صاحبِ قسمت ہی سیاہ — واہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
کچھ بھی وقفہ نہ ہوا ہم لبِ دریا پہنچے
اک ذرا قصد کیا تھا کہ لبِ نہر آ پہنچے

شیر کو ہوش میں لائی جو ترائی کی ہوا — ایڑ کی گھوڑے کو کاندھے سے لیا مشکیزا
نہ ہوئی آب کو جنبش بھی فرس یوں اترا — خیر مقدم کی لبِ نہر سے آتی تھی صدا
آئے تھے آبروئے نہر بڑھانے کے لیے
پانی ٹھہرا ہوا تھا مشک میں آنے کے لیے

پانی چلّو میں اُٹھایا تو ہوا دل رنجور — کہا (دل سے فرمایا) کہ پیاسے ہیں شہنشاہ غیور
سمجھو عباسؑ کہ یہ بادِ شفا سے ہے دُور — تھوڑے عرصے میں تم ہوگے نہ گرمی کا وفور
ایک قطرہ بھی جو پی لو گے تو شرم آئے گی
پیاس بجھ جائے گی جب روح نکل جائے گی

www.emarsiya.com

۹۴ ہاتھ سے پھینک دیا، بھر لیا مشکیزہ میں آب ۔ دی سرِ دوش جگہ کس کے دہانے کو شتاب
رخش کے پاؤں سے ہر بار لپٹتے تھے حباب ۔ منہ پھرائے ہوئے پانی سے چلے پھر کے جناب
پھیر کے گھوڑے کو جان و دلِ حیدر نکلے
لے کے مشک اور علم نہر سے باہر نکلے

۹۵ دی صدا ہم وہ ہیں جو بات پہ مر جاتے ہیں ۔ جو طریقہ ہے وفا کا وہی کر جاتے ہیں
ہم یونہیں آگ کے دریا میں اُتر جاتے ہیں ۔ دیکھو بے پانی پیئے نہر سے گھر جاتے ہیں
گھاٹ روکا نہ ہمیں اہلِ ستم نے روکا
تم سے ہم رک نہ سکے پیاس کو ہم نے روکا

۹۶ قصد خیمے کا کیا تھا کہ پلٹ آئے شریر ۔ پانی لے جانے نہ پائیں یہ پکارے بے پیر
ہائے افسوس یہ تنہا ہیں، اُدھر فوج کثیر ۔ چھاؤں ہو جاتی ہے ہر سمت سے جب آتے ہیں تیر
کچھ ذرا بھی خطرِ لشکرِ اعدا نہ کیا
حملہ شیرِ اسد اللہ نے شیرانہ کیا

۹۷ ہاتھ اُٹھتا تھا برابر سپہِ شر کی طرف ۔ پر نہ جاتے تھے جھپٹ کر کسی خود سر کی طرف
دل سے ہرگز متوجہ نہ تھے لشکر کی طرف ۔ تھی نظر مشک پہ یا خیمۂ سرورؑ کی طرف
کہتے تھے سب سے سرک جاؤ ذرا رستا دو
سر مرا کاٹ لو مشک وہاں پہنچا دو

۹۸ عترتِ احمدِ مرسل کا تمہیں چاہیئے دھیان ۔ ہے وطن دور، ہیں اس بن میں تمہارے مہمان
ایک کانٹا ہوئی ہے سوکھ کے اصغرؑ کی زبان ۔ مشک بھر آب میں ہوگا نہ تمہارا نقصان
جان بر بن گئی ہے دُور جو دریا سے ہیں
پانی تھوڑا سا ہے اطفال بہت پیاسے ہیں

www.emarsiya.com

99 التجا اتنی بہت ہے کہ شجاعت ہے شعار — جان جب تک ہے بدن میں نہ رکوں گا زنہار
جیتے جی مشک میں دیدوں یہ بہت ہی دشوار — روح بیچین ہے خود جینے سے دل ہی بیزار
مجھ کو مرنا ہے گھڑی بھر کے لیے جاتا ہوں
پانی بچّوں کو پلا کر میں ابھی آتا ہوں

100 ابھی نیزے نہ چلیں مان لو میرا کہنا — خونِ دل بہنا ہے مشکیزے سے پانی بہنا
مجھ کو دشوار نہیں لاکھ جراحت سہنا — سینہ غربال کرو مشک بچائے رہنا
یہ نہ سمجھو کہ رہِ قلب و جگر روکے ہوں
میں فقط مشکِ سکینہؑ پہ سپر روکے ہوں

101 خود میں سر کاٹ کے دیدوں جو طلبگار ہو تم — مستعد پانی بہا دینے پہ بیکار ہو تم
بےخطا قتل پہ سادات کے تیار ہو تم — وجہ بھی کوئی ہے کیوں درپئے آزار ہو تم
کچھ بھی تو دولتِ دیں کھو کے نہ ہاتھ آئے گا
بچے مر جائیں گے تو کیا تمھیں مل جائے گا

کوئی سنتا نہیں ہیں قتل پہ آمادہ کُل — اُقتلو کا ستم ایجادوں میں ہر سمت ہے غُل
شور قرنا کا ہے، بجتے ہیں ہر اک صف میں دُہل — سب کو منظور یہ ہے شمعِ حیات اب ہو گُل
جا کے سینے میں بہم تیروں کے پھل اڑتے ہیں
برچھیاں چل رہی ہیں تیرِ ستم گڑتے ہیں

جمع لاکھوں ہیں بھلا یہ رکھیں کس کس پہ نظر — کیا خبر ان کو کمیں میں ہیں ہزاروں خودسر
ایک سفاک نے تلوار لگائی بڑھ کر — ہے غضب دستِ یمیں کٹ کے گرا ریتی پر
پشتِ توسن پہ ٹھہرنا انھیں دشوار ہوا
تیور آنے لگے دل زیست سے بیزار ہوا

www.emarsiya.com

دستِ چپ میں لیا شمشیرِ دو دم کا قبضہ — جنگ کرنے لگا کفار سے وہ شیرِ وغا ۱۰۴
وائے حسرت ہوا وہ ہاتھ بھی جب تن سے جدا — دانتوں میں مشکِ سکینہؑ کا دبایا تسمہ
آپ اسی حال میں جانے لگے خیمے کی طرف
جلد گھوڑے کو بڑھانے لگے خیمے کی طرف

کیفیت یہ ہے مگر جانبِ سرڈیرے ہے نظر — آنکھ پہ تیر لگا اور ہوا حال ابتر ۱۰۵
کچھ بن آتی نہیں ہر بار جھٹکتے ہیں سر — ہاتھ دونوں نہیں ہیں تیر نکالیں کیونکر
ضعف سے اپنے میں اب حال نہیں پاتے ہیں
لیکن آقا کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں

ایک بیرِ حرم نے جب مشک میں سوراخ کیا — پانی بہنے جو لگا خونِ دلِ زار پیا ۱۰۶
اک قدم گھوڑے کو بڑھنے نہ دیا روک لیا — دل سے فرمایا بڑا قہر ہے گر اب میں جیا
تشنہ کاموں کو بہت مجھ سے شکایت ہوگی
جسم سے جان جو نکلے گی تو راحت ہوگی

دل سے کرتا تھا یہ باتیں وہ علیؑ کا دلبر — کسی جلاد نے اک گرز لگایا سر پر ۱۰۷
چہرے پر آنے لگی سر کے لہو کی چادر — گر پڑا دے کے صدا شاہ کو وہ رشکِ قمر
وقت امداد کا ہے آیئے کام اے آقا
اب خبر لیجیے آخر ہے غلام اے آقا

علی اکبرؑ نے کہا شاہ سے اے میرِ امم — گرے عمو نظر آتا نہیں لشکر کا علم ۱۰۸
ہتکِ اسلام ہے نزدیک کہ اعدا ہیں بہم — جلد چلیے کہ قریب آ گئے ہیں سب اظلم
فوجِ اعدا کو خوشی اے شہِ والا ہوگی
ہوے پامال تو ہتک اور زیادا ہوگی

یہ خبر سُن کے تڑپنے لگے سلطانِ انام — کہا اکبرؑ سے غضب ہو گیا اے گُل اندام
دوپہر ہے ابھی لیکن مری نظروں میں ہے شام — مجھ میں قوت نہ رہی چھوٹ گیا وہ ضرغام
لاش میداں سے اُٹھانے چلو، آؤ بیٹا
ہائے میں کیا کروں تدبیر بتاؤ بیٹا

اس طرح سے نہ کہیں آس کسی کی ٹوٹے — اے مری جان نہ یوں موت کسی کو لوٹے
نہ رہیں ہاتھ تو سر پیٹے کہ سینہ کوٹے — نہ زمانے میں کسی بھائی سے بھائی چھوٹے
خم کمر ہو گئی آنکھوں میں بصارت نہ رہی
دو قدم چلنے کی شبیرؑ میں طاقت نہ رہی

کہہ کے یہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے بیتاب چلے — کبھی نالہ کیا اور غم سے کبھی ہاتھ ملے
کہتے جاتے تھے کہ ہے ہے مری گودی کے پلے — ہے تمنا کہ پھر اک بار لگا لوں میں گلے
روح بےچین ہے زندہ تمہیں پاؤں کیونکر
دل جلا جاتا ہے یہ آگ بجھاؤں کیونکر

تھامے تھے باپ کو ہمشکلِ رسولِ مختار — شہ جو گرتے تھے اُٹھا لیتے تھے جھک کر ہر بار
بھر گئے خاک میں صحرا کی امامِ ابرار — پاس آ کر علی اکبرؑ نے جو کھینچی تلوار
فوجِ شر ہٹ گئی یہ درد کے مارے پہنچے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے دریا کے کنارے پہنچے

عرض کی اکبرِ ذی شاں نے شہا یہ ہیں چچا — نہ رہی تاب گرے دوڑ کے شاہِ دوسرا
خاک پہ بیٹھ کے سر زانوئے اقدس پہ لیا — مُنہ پہ مُنہ رکھ کے پکارے تو انھیں ہوش آیا
عرض کی اُٹھنے کی طاقت نہیں شرماتا ہوں
وقتِ رخصت کا ہے تسلیم بجا لاتا ہوں

www.emarsiya.com

شاہ جو کہتے تھے دیتے تھے معاً آپ جواب   کہا گھر میں چلو، کی عرض کہ اتنی نہیں تاب 114
پوچھا کیسے ہو، کہا قصدِ عدم کا ہے شتاب   بولے کیا پیاس کا ہے حال، کہا دل ہے کباب
شہ نے فرمایا کہ ساتھی تو کوئی ساتھ نہیں
ہاتھ ڈالو مری گردن میں ، کہا ہاتھ نہیں

سن کے یہ واقعہ سر پیٹ لیا سرورؑ نے   ہاتھ تھامے شہِ والا کے علی اکبرؑ نے 115
عرض کی عاشقِ جانبازِ شہِ صفدر نے   سخت مجبور کیا ہے مجھے دردِ سر نے
نزع کا وقت ہے تحصیل سعادت کرتا
آنکھیں کھل سکتیں تو آقا کی زیارت کرتا

شاہ رو رو کے لگے پونچھنے آنکھوں کا لہو   پڑھی صلوات جو دیکھا رخِ شاہِ خوش خو 116
خوش ہوئے ایسے کہ آنکھوں میں بھر آئے آنسو   کہا لاشہ مرا رہنے دیں یہیں شاہِ نکو
خشک مشکیزہ ہے پانی وہ کہاں پائے گی
روئے گی بالی سکینہؑ مجھے شرم آئے گی

کہہ کے یہ کی رخِ شبیرؑ پہ حسرت کی نگاہ   دست و پا کھنچنے لگے اور ہوا حال تباہ 117
آئی ہچکی تو شہِ دیں نے کہا بسم اللہ   جانبِ خلد سفر کر گیا وہ غیرتِ ماہ
پیٹ کر شہ نے کہا اے مرے پیارے عباسؑ
چھوڑ کر مجھ کو اس آفت میں سدھارے عباسؑ

ہائے بھائی مرے جینے کا سہارا نہ رہا   درد میرا نہ سنا حال کچھ اپنا نہ کہا 118
تم نے دو دن سے مرے ساتھ بڑا رنج سہا   بچے پیاسے جو تھے پانی کے عوض خون بہا
آس مظلوم کی اے رشکِ قمر ٹوٹ گئی
اب رہِ چارہ ہوئی بند کمر ٹوٹ گئی

www.emarsiya.com

عباسؑ

۱۱۹ اُٹھے اکبرؑ کے اُٹھانے سے شہِ نیک اساس — حسرت آمیز سخن لب پہ تھے چھائی تھی یاس
بڑھے دو چار قدم جب تو ہوئے اور اُداس — پھر کے فرمایا خدا حافظ و ناصر عباسؑ
بیٹوں کے واسطے یہ تحفۂ غم لے کے چلے
چھوڑ دی لاش وہیں مشک و عَلم لے کے چلے

۱۲۰ سب نشاں خون میں تر ہاتھ میں حضرت کے تھا — روتے آتے تھے، کمر تھامے ہوئے شاہِ ہدا
در سے یہ بیوۂ عباسؑ نے جس دم دیکھا — صحن سے خیمے کے دی اہلِ حرم کو یہ صدا
غم رنڈاپے کا ہے دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے
لوگو ماتم کے لیے آؤ عَلم آتا ہے

۱۲۱ آ کے خیمے میں کہا شاہ نے بیوہ کو بلاؤ — دی صدا زینبؑ ناشاد نے بھابی اِدھر آؤ
اب مَلو خاکِ عزا چہرے پہ گہنے کو بڑھاؤ — پہنو رنڈسالہ ابھی اب یہ تمھارا ہے بناؤ
نہر پر خون میں تر شاہ کا شیدائی ہے
عَلم آیا نہیں سمجھو کہ یہ لاش آئی ہے

۱۲۲ آئی بچوں کو لیے روتی ہوئی وہ مضطر — شکل رانڈوں کی بنائے ہوئے وہ خستہ جگر
مُنہ پہ تھے اشک رواں پیٹتی تھی سینہ و سر — ناگہاں ہو گئی نادان سکینہؑ کو خبر
دوڑی کہتی ہوئی مشکیزہ مرا لائے ہیں
لو خبر مجھ کو نہ تھی سیر سے چچا آئے ہیں

۱۲۳ شہ نے فرمایا وہ غازی ہے کنارِ دریا — رو کے چلائی کوئی جا کے یہ کہہ آئے فدا
ہو لڑائی کا جو سامان چلے آؤ چچا — اب مجھے تشنہ لبی ہے نہ ہے اصغرؑ پیاسا
اُن پہ آنچ آئی تو میں جی سے گزر جاؤں گی
پیاس اس رنج میں بڑھ جائے گی مر جاؤں گی